آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ - تعارف اور خدمات

''ایمان'' اللہ تعالیٰ پر یقین کرنے کا اور ''اسلام'' اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے کا نام ہے، اللہ کے احکام پر عمل صرف اس لئے ضروری نہیں ہے کہ اس میں اپنے خالق اور پروردگار کی خوشنودی اور آخرت کی نجات ہے؛ بلکہ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی کی کامیابی اور راحت وسکون بھی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت میں ہی مضمر ہے؛ کیوں کہ خدا اس کائنات کا بھی خالق ہے اور انسان کا بھی، اور خالق سے بڑھ کر اپنی مخلوق کے نفع وضرر سے کوئی اور ذات واقف نہیں ہوسکتی؛ چنانچہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ انسانیت کی تخلیق بھی خدا ہی نے کی ہے اور اسی کا حکم اس لائق ہے کہ انسان اس پر چلے: ''أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ''۔ (الاعراف:۵۴)

اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے زندگی گزارنے کا جو طریقہ متعین کیا گیا ہے، اس کو ''شریعت'' کہتے ہیں، شریعت الٰہی اپنی آخری اور مکمل صورت میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی، شریعت کے بعض احکام وہ ہیں، جن میں بنیادی اُصول ومقاصد کی وضاحت کردی گئی ہے، جزئیات وتفصیلات کو زیادہ واضح نہیں کیا گیا ہے، جیسے مالی معاملات اور سیاسی مسائل؛ تاکہ زمانہ کی تبدیلیوں کے لحاظ سے احکام کو منطبق کیا جاسکے، جب کہ زندگی کے بعض مسائل وہ ہیں، جن میں مقاصد بھی بیان کردیئے گئے ہیں اور اس کی عملی شکل کو بھی زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ ہیں عبادات اور خاندانی زندگی کے مسائل۔

خاندانی زندگی کے مسائل سے مراد ہے: نکاح، طلاق، والدین واولاد اور زوجین کے حقوق، میراث وصیت وغیرہ، ان کو فقہ اسلامی کے ماہرین ''مناکحات'' سے تعبیر کرتے تھے اور موجودہ قانونی اصطلاح میں ''پرسنل لا'' کہا جاتا ہے، ان قوانین کی جڑیں کتاب وسنت میں نہایت گہرائی کے ساتھ پیوست ہیں؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ نکاح وطلاق اور میراث وغیرہ کے احکام قرآن میں جس قدر وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں، نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ کے مسائل بھی اس درجہ صراحت ووضاحت کے ساتھ ذکر نہیں کئے گئے ہیں؛ اس لئے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، مسلم ملک میں یا غیر مسلم ملک میں، وہ ان قوانین پر عمل کرنے کے پابند ہیں، اِن پر عمل نہ کرنے سے انسان گنہگار قرار پاتا ہے اور اگر کوئی ان قوانین کو ماننے ہی سے انکار کردے اور خدا کی بھیجی ہوئی شریعت کے مقابلہ انسان کے بنائے ہوئے قانون کو ترجیح دینے لگے تو یہ کفر ہے۔

قیام کا پس منظر

اسی لئے ہندوستان میں مسلم حکومت کے ختم ہونے کے بعد ابتداء ہی سے علماء نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو پرسنل لا کے معاملہ میں قانون شریعت پر عمل کرنے کی آزادی حاصل رہے۔

برطانوی عہد میں ایک خاص واقعہ پیش آیا کہ میمن کمیونٹی سے متعلق ایک خاندان میں بھائیوں نے بہنوں کو حصہ دینے سے انکار کردیا اور والد کے پورے متروکہ پر قابض ہوجانے کی کوشش کی، بہنوں نے عدالت میں حق میراث کا دعویٰ کیا، بہنوں کا کہنا تھا کہ شریعت اسلامی نے ہمیں والدین کے ترکہ میں لازمی طور پر حقدار بنایا ہے؛ اس لئے ہمیں میراث میں حصہ ملنا چاہئے، بھائیوں نے یہ کہہ کر اس دعویٰ کی مخالفت کی کہ ہمارے آباء واجداد ہندو تھے؛ اس لئے ہمارے یہاں یہی رسم چلی آرہی ہے کہ بیٹیوں کو میراث نہیں دی جاتی ہے؛ اس لئے ہماری بہنوں کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے، جو لوگ الہامی قانون سے محروم ہیں، یا اس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اور خود انسان کو وضع قانون کا حق دیتے ہیں، ان کے نزدیک رواج کو بڑی اہمیت حاصل ہے؛ کیونکہ رسم ورواج چند افراد کی نہیں بلکہ پورے سماج کے طرز عمل کی نمائندگی کرتا ہے، اس لئے عدالت نے رواجی عمل کو قانون شریعت پر ترجیح دیتے ہوئے بھائیوں کے حق میں فیصلہ کیا، اس پس منظر میں، جمعیت علماء ہند جو اس وقت مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم تھی اور اس کے تنظیمی ڈھانچہ میں مختلف مسلک ومشرب کے افراد شامل تھے، نے جدوجہد کی، جس کی قیادت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ اور ان کے رفقاء کے ہاتھوں ہوئیں، ان کوششوں کے نتیجہ میں شریعت اپلی کیشن ایکٹ (1937) پاس ہوا، جس میں یہ بات تسلیم کی گئی کہ پرسنل لاء سے متعلق مسائل میں اگر مقدمہ کے دونوں فریق مسلمان ہوں تو ان پر شرعی قانون کا اطلاق کیا جائے گا۔

چونکہ فقہ حنفی میں فسخ نکاح سے متعلق قوانین میں زیادہ تر احتیاط کا پہلو اختیار کیا گیا ہے اور فسخ وتفریق میں خواتین کو دشواری ہوتی ہے، اس لئے بعض مسلمان عورتیں اپنے شوہر سے علیحدگی حاصل کرنے کیلئے مرتد ہونے لگیں، اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فسخ وتفریق کے بعض مسائل میں فقہ مالکی پر فتویٰ دیا، پورے ملک کے معروف ارباب افتاء سے اس کی تصدیق کرائی اور ''الحیلۃ الناجزۃ'' نامی کتاب مرتب فرمائی؛ چنانچہ جمعیت علماء ہند کی

کوششوں سے 1939 میں قانون انفساخ نکاح منظور کرایا گیا، جوزیادہ تر فقہ مالکی سے استفادہ پر مبنی ہے۔

آزادی کے بعد ملک کے دستور کی دفعہ: ۲۵ میں تمام شہریوں کیلئے مذہب پر عقیدہ رکھنے، مذہب پر عمل کرنے اور مذہب کی تبلیغ کرنے کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے ، مذہب پر عمل کرنے میں یقینی طور پر مسلم پرسنل لا شامل ہے؛ اور معزز عدالتیں بھی اس کو تسلیم کرتی رہی ہیں؛ لیکن دستور کے رہنما اُصول میں جو ہدایات دی گئی ہیں، ان میں یہ بات بھی شامل کردی گئی کہ بتدریج ملک میں ’’ یکساں سول کوڈ‘‘ نافذ کرنے کی کوشش کی جائے گی؛ حالاں کہ دستور ساز کونسل کے بعض مسلم ممبران نے اس پر اعتراض بھی کیا، مگر اسے قبول نہیں کیا گیا اور اس وقت حالات ایسے نہیں تھے کہ اس کے خلاف کوئی تحریک چلائی جائے؛ اس لئے یہ دفعہ جوں کی توں باقی رہی، پھر آخر کچھ عرصہ بعد محسوس ہونے لگا کہ حکومت کے تیور اچھے نہیں ہیں اور وہ مسلمانوں کو ان کے شرعی قوانین سے محروم کرنے کے درپے ہے، اس کا کچھ اندازہ تو اسی وقت ہو چکا تھا، جب ۱۹۵۰ء میں ہندو کوڈ بل پیش کرتے ہوئے مرکزی وزیر قانون مسٹر یا ئسکر نے کہا تھا کہ ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں، وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائیں گی، پھر ۱۹۶۳ء میں مرکزی حکومت نے بزعم خود مسلم پرسنل لا میں ’’اصلاح‘‘ کے لئے مستقل کمیشن قائم کیا، جس نے حکومت کے منفی رویہ کو اور واضح کردیا، اور اس کا کھل کر اظہار اس وقت ہوا، جب ۱۹۷۲ء میں متبنّٰی کے متعلق ایسا قانون لانے کی کوشش کی گئی، جس کے تحت لے پالک کو حقیقی بیٹے کی حیثیت حاصل ہو اور مسلمانوں پر بھی اس کا اطلاق ہو۔

اس پس منظر میں امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ۲۸/ جولائی ۱۹۶۳ء کو انجمن اسلامیہ ہال، پٹنہ میں ’’بہار اسٹیٹ مسلم پرسنل لا کانفرنس‘‘ طلب کی، امارت شرعیہ بہار اس کی داعی تھی، ملک کی دو بڑی تنظیموں --- جمعیۃ علماء ہند اور جماعتِ اسلامی ہند --- کے اس وقت کے سربراہان مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کے علاوہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مولانا عبدالرؤفؒ ایم، ایل، سی (ناظم: جمعیۃ علماء اتر پردیش) اور جناب منظور احسن اعجازی نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی، مولانا عثمانیؒ نے صدارت کی اور مولانا ندویؒ نے افتتاح فرمایا، اس طرح ملتِ اسلامیہ کی یہ پہلی مشترکہ آواز تھی، جو آزاد ہندوستان میں قانون شریعت کی حفاظت کے لئے بلند ہوئی، پھر حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی تحریک پر ۱۳ و ۱۴/ مارچ ۱۹۷۲ء کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے دیوبند میں مسلم پرسنل لا کے موضوع پر ایک کل جماعتی اجلاس منعقد فرمایا، اجلاس کے شرکاء میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ (صدر مسلم مجلس مشاورت) مولانا سید محمد اسعد مدنیؒ (ناظم جمعیۃ علماء ہند) مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ (قاضی شریعت بہار واُڑیسہ وجھاکھنڈ) ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوریؒ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ، ڈاکٹر طاہر محمود، مولانا عامر عثمانیؒ وغیرہ شریک ہوئے، اس نشست میں طے پایا کہ چوں کہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم کی زیادہ تر آواز ممبئی سے اُٹھ رہی ہے؛ اس لئے اسی شہر میں اس موضوع پر ایک کنونشن منعقد کیا جائے۔

چنانچہ ۲۷ و ۲۸/ دسمبر ۱۹۷۲ء کو یہ تاریخ ساز کنونشن منعقد ہوا، جس کو مسلمانانِ ہند کے تمام مکاتب فکر کی بھرپور تائید حاصل تھی، اس اجلاس میں باتفاق رائے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا اور ۷/ اپریل ۱۹۷۳ء کو اجلاس حیدرآباد میں بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بورڈ کے پہلے صدر اور حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ بورڈ کے پہلے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے، ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء کو حضرت قاری صاحبؒ کی وفات ہوئی اور ۲۸/ دسمبر ۱۹۸۳ء کو چنئی کے اجلاس میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو بورڈ کا دوسرا صدر منتخب کیا گیا، پھر حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی وفات کے بعد ۲۳/ اپریل ۲۰۰۰ء کو لکھنؤ کے ایک خصوصی اجلاس میں فقیہ ملت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کو بورڈ کا تیسرا صدر منتخب کیا گیا، مولانا قاسمیؒ کی وفات کے بعد ۲۳/ جون ۲۰۰۲ء کو حیدرآباد کے اجلاس میں موجودہ صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا بحیثیت صدر انتخاب عمل میں آیا، مختلف اوقات میں دیوبندی حلقہ سے امیر شریعت حضرت مولانا ابوالسعود احمدؒ، بریلوی مکتبہ فکر سے حضرت مولانا مفتی برہان الحق جبل پوریؒ، حضرت مولانا مظفر حسین کچھوچھویؒ، حضرت مولانا محمد محمد الحسینیؒ (سجادہ نشیں گلبرگہ شریف)، شیعہ مکتبہ فکر سے حضرت مولانا کلب عابد مجتہد، اہل حدیث حلقہ سے حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحفیظ سلفیؒ، حضرت مولانا مختار احمد ندویؒ، جماعت اسلامی سے حضرت مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور مولانا سراج الحسن صاحب مدظلہٗ بورڈ کے نائب صدر رہ چکے ہیں، اس وقت حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، حضرت مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف (سجادہ نشیں آستانہ عالیہ مخدوم اشرف)، حضرت مولانا کلب صادق (لکھنؤ)، حضرت مولانا سید جلال الدین عمری اور حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری نائب صدر ہیں۔

بورڈ کے پہلے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ ___ جن کا بورڈ کی تاسیس میں بنیادی حصہ رہا ہے ___ کی ۱۹/ مارچ ۱۹۹۱ء کو وفات ہوئی اور مئی ۱۹۹۱ء میں حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ بورڈ کے دوسرے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے، ۱۷/ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو آپ کی بھی وفات ہوگئی، بورڈ کے کاموں کے پھیلاؤ کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کی زندگی ہی میں آپ کی گزارش اور عاملہ کے مشورہ سے صدر بورڈ نے حضرت مولانا سید محمد ولی

رحمانی دامت برکاتہم کو ۷ رجون ۲۰۱۵ء کی مجلس عاملہ میں کارگزار جنرل سکریٹری مقرر کیا، پھر حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کی وفات کے بعد ۱۶؍اپریل ۲۰۱۶ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہونے والی مجلس عاملہ میں ارکان عاملہ کے مشورہ سے حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کو جنرل سکریٹری نامزد کیا، ملک کے موجودہ حالات میں یہ بہترین انتخاب ہے؛ کیونکہ اس وقت ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی، جو قائدانہ صلاحیت رکھتی ہو، حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتی ہو، راہ سیاست کے نشیب وفراز سے واقف ہو، زمانہ شناس اور فقہ وقانون کی رمز شناس ہو اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا رحمانی کو یقیناً ان اوصاف کا حامل بنایا ہے اور وہ اول دن سے بورڈ کے کاموں میں شریک رہے ہیں۔

بورڈ کے ایک اہم ذمہ دار محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحبؒ تھے، وہ رانچی اجلاس (۱۵/۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۷ء) میں بورڈ کے رکن بنے، وہ بورڈ کے پہلے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد منت اللہ رحمانیؒ کے بڑے معتمد تھے، اسی طرح حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ بھی ان کے بڑے قدر دانوں میں تھے، انہوں نے طویل عرصہ بورڈ کے سکریٹری اور پھر اسسٹنٹ جنرل سکریٹری کی حیثیت سے اس طرح خدمت انجام دی کہ وہ بیک وقت بورڈ کا دماغ بھی تھے اور اس کی زبان بھی، موجودہ صدر بورڈ بھی ان پر بڑا اعتماد کرتے تھے، مؤرخہ ۱۴؍جنوری ۲۰۱۶ء کو ان کی وفات ہوئی، اسی طرح جناب محمد یوسف پٹیلؒ اور جناب عبدالستار یوسف شیخؒ اول دن سے بورڈ کے سکریٹری رہے، جناب محمد یوسف پٹیل صاحبؒ کی وفات تو کافی پہلے ہو چکی؛ لیکن جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحبؒ کچھ ہی عرصہ پہلے ۱۷؍فروری ۲۰۱۶ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے، اب اس وقت جنرل سکریٹری کے ساتھ بورڈ کے چار سکریٹریز خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحیم مجددی، حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی اور جناب ظفریاب جیلانی —— ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء تک مصطفیٰ فقیہ صاحبؒ پھر ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۴ء تک مولانا عبدالکریم پاریکھؒ (ناگپور) بورڈ کے خازن رہے اور ۲۰۰۵ء سے اب تک پروفیسر ریاض عمر صاحب (دہلی) سے یہ خدمت متعلق ہے۔

خدمات اور حصولیابیاں

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے تینتالیس سالہ عہد میں جو خدمات انجام دی ہیں، یہاں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

☆ ۲۳؍مئی ۱۹۷۲ء کو پارلیمنٹ میں ہندو قانون تبنیت ونفقہ ۱۹۶۵ء کی جگہ نئے قانون کا بل پیش کیا گیا؛ تاکہ مسلمانوں کے بشمول تمام شہریوں پر اس کا اطلاق ہو، اس مجوزہ قانون کی رو سے گود لئے ہوئے بچہ کو حقیقی بیٹے کی حیثیت حاصل ہو جاتی، جو صریح طور پر قرآن مجید کے بیان کئے ہوئے قانون کے خلاف ہے۔ بورڈ نے اس کے خلاف اول روز سے تحریک چلائی، بالآخر ۱۹؍جولائی ۱۹۷۸ء کو جنتا پارٹی کی حکومت نے اس بل کو واپس لے لیا، پھر کانگریس کی حکومت واپس آنے کے بعد ۱۶؍دسمبر ۱۹۸۰ء کو دوبارہ یہ بل پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا؛ لیکن بورڈ کی کوشش سے مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

☆ جون ۱۹۷۵ء میں اس وقت کی وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی نے ایمرجنسی نافذ کر دی، اس کا سب سے تکلیف دہ پہلو یہ تھا کہ آنجہانی سنجے گاندھی نے جبری طور پر نس بندی کی مہم چلائی، مسلمان اس تحریک کا خاص نشانہ تھے، ظلم وجور کا بازار گرم تھا اور حکومت کے کسی فیصلہ کے خلاف زبان کھولنے کی بھی اجازت نہیں تھی، ان حالات میں ۱۷؍و۱۸؍اپریل ۱۹۷۶ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا، جس میں جبری نس بندی کے خلاف تجویز منظور کی گئی، پریس نے ان تجاویز کو شائع کرنے سے انکار کر دیا؛ لیکن بورڈ نے ورقیہ شائع کر کے ملک کے کونے کونے تک اسے پہنچایا، نیز اسی ماحول میں امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے نام سے رسالہ تالیف فرمایا، جو اُردو، ہندی اور انگریزی میں بڑی تعداد میں شائع کیا گیا اور اس کی تقسیم عمل میں آئی۔

☆ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں الہ آباد ہائیکورٹ کے لکھنؤ بینچ نے ایک ایسا فیصلہ دیا، جس کے تحت لکھنؤ کی دو مسجدوں، ایک قبرستان اور جے پور کی ایک مسجد کو وہاں کی میونسپل کارپوریشن نے ایکوائر کر لیا، بورڈ کی کوششوں سے یہ قبرستان اور مسجدیں مسلمانوں کو واپس کر دی گئیں۔

☆ نیو سی، آر، پی، سی، کی دفعہ ۱۲۵ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ طلاق کے بعد بھی جب تک مطلقہ کا دوسرا نکاح نہ ہو جائے، وہ نفقہ کی حقدار رہے گی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے مطالبہ پر دفعہ ۱۲۷ کا اضافہ کیا گیا، جس کی رو سے طلاق دینے والا شوہر اگر واجبات ادا کر دے، تو پھر نفقہ منسوخ ہو جائے گا، یہ ایک حد تک دفعہ ۱۲۵ کے مضر اثرات کا ازالہ کرتی ہے، مگر مختلف عدالتوں کے فیصلوں نے اس ترمیم کو بے اثر کر کے رکھ دیا، بالآخر بورڈ نے اس سلسلہ میں زبردست مہم چلائی اور ۶؍مئی ۱۹۸۶ء کو ''قانون حقوق مسلم مطلقہ'' پاس ہوا، جو بورڈ کی ایک بڑی کامیابی تھی، مگر افسوس کہ تعبیر کے نقائص کی وجہ سے یہ قانون سازی بھی بے فائدہ رہی، جس کی اصلاح کے لئے جدوجہد جاری ہے۔

☆ اپریل ۱۹۸۰ء میں ایک ایسا قانون بنا، جس کے تحت ایسی تمام جائدادوں پر انکم ٹیکس عائد ہوتا تھا، ۱۹۷۳ء کے بعد؛ جن کی آمدنی میں اضافہ ہوا تھا، سوائے اس کے کہ اس اضافہ شدہ جائیداد کو فروخت کر کے اس کی رقم کسی نیشنلائزڈ بینک میں فکس ڈپازٹ کر دی جائے، بورڈ نے اس کے خلاف سخت جدوجہد کی اور بالآخر یہ بلا

’مسلم اوقاف‘‘ کے سر سے ٹل گئی۔

☆ بورڈ عرصہ سے اس بات کے لئے کوشاں رہا ہے کہ قانون وقف کو ایسا بنایا جائے کہ وقف کا تحفظ آسان ہو، وہ با اختیار ادارہ ہو اور مسلمانوں کا نمائندہ ہو، ۱۹۸۴ء میں حکومت نے اچانک ایسا بل پیش کردیا، جو اوقافی جائدادوں کے لئے نہایت نقصان دہ تھا، اس کے بعد وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء بنایا گیا، جس میں بورڈ کی کئی تجاویز شامل کی گئیں اور بعض خامیاں باقی رہ گئیں؛ لیکن افسوس کہ ترمیم شدہ وقف بل ۲۰۱۰ء بھی نہایت عجلت میں لوک سبھا سے پاس کرالیا گیا، جس میں اب بھی بہت ساری خامیاں تھیں۔ اس قانون کی رو سے جن املاکِ وقف کا رجسٹریشن نہیں ہوا ہو، ان کی موقوفہ حیثیت تسلیم نہیں کی گئی اور غیر مسلم راجاؤں وغیرہ نے مسجدوں، درگاہوں اور قبرستانوں کیلئے جو جائیدادیں عطیہ کی ہیں، وہ اوقاف کے دائرہ سے باہر ہوگئیں، بورڈ نے اس سلسلہ میں بھرپور تحریک چلائی، یہاں تک کہ ۲۰۱۳ء میں وقف ترمیمی بل پیش ہوا اور یہ خامیاں دور ہوئیں —— البتہ ابھی بھی یہ قانون، وقف کے تحفظ کے لئے ناکافی ہے اور بورڈ کا مطالبہ ہے کہ عوامی مفادات کی حامل املاک کی حفاظت اور ان سے ناجائز قبضہ کی برخاستگی کے سلسلہ میں جو خصوصی قانون ہے، وقف سے متعلق بھی اسی طرح کا قانون آنا چاہئے۔

☆ اسی دور میں انکم ٹیکس کی جگہ ایک نیا قانون ’’ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل‘‘ کے نام سے زیر غور تھا، حکومت کے اعلان کے مطابق اپریل ۲۰۱۲ء سے یہ قانون نافذ ہونے والا تھا، اس قانون میں لفظوں کا کھیل کھیل کر دھوکہ دیا گیا تھا، اس میں یہ بات تسلیم کی گئی تھی کہ نان پروفٹ آرگنائزیشن پر ٹیکس نہیں لگے گا، ظاہر ہے کہ مساجد و مدارس وغیرہ اسی زمرہ میں آتے ہیں، لیکن Non Profit Organisation کی تعریف عجیب وغریب کی گئی تھی کہ وہ ایک ذات اور ایک مذہب کے ماننے والوں کیلئے نہ بنایا گیا ہو، اس لحاظ سے مساجد، مدارس، خانقاہیں، درگاہیں ان سب کو ٹیکس ادا کرنا پڑ سکتا تھا اور وہ بھی 30 ؍فیصد کی شرح سے، بورڈ کی کوششوں سے یہ مجوزہ قانون نہیں بن پایا اور مذہبی ادارے ٹیکس کی زد سے محفوظ رہے۔

رائٹ ٹو ایجوکیشن اور قانون وقف کی اصلاح نیز ڈائریکٹ ٹیکس کوڈ کو روکنے کیلئے بورڈ نے ’’آئینی حقوق بچاؤ‘‘ تحریک کے نام سے موجودہ جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کی زیر قیادت جو ملک گیر تحریک چلائی تھی، بورڈ کے ذمہ داران، ارکان اور برادران اسلام کے بھرپور تعاون کے ذریعہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی، فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

☆ دارالقضاء کے خلاف ۲۰۰۵ء میں وشولوچن مدن نامی شخص نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا تھا اور اس میں اس نظام کو متوازی عدالت قرار دیتے ہوئے اس پر پابندی لگانے کی درخواست کی تھی، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اس مقدمہ میں فریق بنتے ہوئے بھرپور پیروی کی، وکلاء اور علماء نے مل کر بیان تحریری تیار کیا اور حکومت نے بھی —— جن کو اصلاً مقدمہ میں فریق بنایا گیا تھا —— اسی کے موافق اپنا جواب داخل کیا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ۷؍جولائی ۲۰۱۴ء کو جسٹس سی کے پرساد نے اپنا فیصلہ سنایا، فیصلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ وشولوچن کی درخواست خارج کردی گئی ہے، کورٹ نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ لوگ اپنے ذاتی تنازعات کو حل کرنے کیلئے دارالقضاء جاسکتے ہیں اور دارالقضاء کی حیثیت متوازی عدالت کی نہیں ہے؛ کیونکہ وہ بزور طاقت اپنا فیصلہ نافذ نہیں کرتی، فریقین کے اختیار سے ہی فیصلہ نافذ ہوتا ہے، کورٹ نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ اس سے عدالتوں پر مقدمات کا بوجھ کم ہوتا ہے۔

☆ ۲۰۰۵ء کو شبنم ہاشمی نے سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی کہ مسلمان مرد وعورت کو بھی گود لینے کی اجازت دی جائے، دوسرے فرقوں کیلئے جب اس کا راستہ کھلا ہوا ہے تو مسلمانوں کو اس سے روکنا، دستور میں دیئے گئے اس تیقن کے مغایر ہے کہ مذہب کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی، بورڈ اس مقدمہ میں فریق بنا اور بالآخر عدالت نے یہ دعویٰ مسترد کردیا۔

☆ گزشتہ یوپی اے عہد حکومت میں دہلی ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا کہ ہم جنسی کو قابل تعزیر جرائم کی فہرست سے نکال دیا جائے، اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل ہوئی اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ بھی اس میں فریق بنا اور بحمد اللہ سپریم کورٹ نے دہلی ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کو رد کردیا۔

☆ ۱۹۸۶ء میں ناجائز اور نا منصفانہ طور پر بابری مسجد کا تالہ کھول دیا گیا اور ۱۹۴۸ء میں غلط طریقہ پر رکھے گئے بتوں کی عام پوجا شروع ہوگئی، اس مسئلہ کے لئے ایکشن کمیٹیاں قائم ہوئیں؛ لیکن بعد کو یہ اندیشہ محسوس کیا جانے لگا کہ کہیں بعض خدا نا ترس افراد ہندو فرقہ پرست تنظیموں سے مسجد کا سودا نہ کرلیں، اس پس منظر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے زیر صدارت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ۳؍دسمبر ۱۹۹۰ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا، اور عاملہ نے طے کردیا کہ یہ جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے، نہ اس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے، نہ اس کی خرید وفروخت کی جاسکتی ہے، نہ کسی مصالحت کی بنیاد پر کسی فرد، جماعت یا حکومت کے حوالہ کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی حکومت اس سے انکار کرسکتی ہے، افسوس کہ ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو مسجد شہید کردی گئی، اس کے بعد مسلمانوں کے مطالبہ پر بورڈ نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا، بورڈ بابری مسجد کی اراضی کی حقیت اور انہدام مسجد سے متعلق مقدمات کی پیروی کررہا ہے، حقیت کے سلسلہ میں الہ آباد ہائیکورٹ

کے نزاعی فیصلہ کے بعد بورڈ نے اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا ہے۔

☆ حکومت دینی مدارس کے نظام میں دخیل ہونے کے لئے طویل عرصہ سے کوشاں ہے؛ چنانچہ ۲۰۰۶ء میں اس نے ''مرکزی مدرسہ بورڈ'' کے قائم کرنے کا فیصلہ کیا؛ تاکہ مدارس گورنمنٹ سے مربوط ہوجائیں، مسلم پرسنل لا بورڈ نے ہمیشہ اس سے اختلاف کیا اور حکومت سے نمائندگی کی؛ چنانچہ بالآخر حکومت سرکاری مدرسہ بورڈ کی تجویز سے دست بردار ہوگئی۔

☆ ایک مقدمہ میں جسٹس کاٹجو نے ایک مسلمان طالب علم کے داڑھی رکھنے کی اجازت طلب کرنے پر نقد کرتے ہوئے اسے ''طالبانی کلچر'' قرار دے دیا، بورڈ کی جانب سے موجودہ جنرل سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی نے اس ریمارک کے خلاف خطوط و مراسلات بھیجنے کی مہم چلائی اور بالآخر جسٹس کاٹجو نے اپنے ریمارک واپس لینے کا اعلان کیا۔

☆ بعض ریاستوں میں پہلے بھی وندے ماترم اور سوریہ نمسکار نافذ کرنے کی بات کہی گئی تھی، بورڈ نے بروقت اس کی مخالفت کی اور اس کے بہتر اثرات مرتب ہوئے تھے، موجودہ مودی گورنمنٹ آنے کے بعد دوبارہ یہ کوشش شروع ہوگئی اور یوگا کے واسطہ سے اسکولوں اور سرکاری آفسوں میں سوریہ نمسکار لانے کی کوشش کی جارہی ہے، بورڈ نے اس پر بروقت نوٹس لیا اور نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ دوسری مذہبی اقلیتوں کو بھی اس جانب متوجہ کیا، اس کے بہتر اثرات مرتب ہوئے، حکومت نیز برسر اقتدار پارٹی کو بھی معذرت کا لہجہ اختیار کرنا پڑا، بعض ریاستوں میں اسکولوں کے اندر سوریہ نمسکار کو لازم کردیا گیا تھا، بعد میں حکومت نے لزوم ختم کرتے ہوئے اس کو اختیاری عمل کا درجہ دے دیا؛ لیکن بورڈ کیلئے یہ بات بھی قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ ایک سیکولر ملک میں سرکاری اداروں میں اختیاری طور پر بھی کوئی ایسا عمل انجام نہیں دیا جاسکتا، جو کسی خاص مذہب کی فکر پر مبنی ہو۔

☆ گزشتہ یوپی اے گورنمنٹ کے دور میں رائٹ ٹو ایجوکیشن قانون پاس ہوا، اس قانون کے اعتبار سے تمام دینی مدارس بند ہوجاتے، وہ غیر قانونی قرار پاتے اور مدارس کے ذمہ داران، نیز طلبہ کے سرپرستان مستحق تعزیر ہوسکتے تھے، مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس کے خلاف ملک گیر تحریک چلائی، بالآخر حکومت نے واضح طور پر قانون میں ترمیم کے ذریعہ دینی مدارس کو مستثنیٰ کیا اور اہم اصلاحات بھی نافذ کیں۔

☆ بورڈ کے علمی کارناموں میں ایک ''مجموعۂ قوانین اسلامی'' کی ترتیب واشاعت ہے، شاہ بانو مقدمہ کے موقع پر ایک ایسے مجموعہ کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی، جس میں دفعہ وار اسلام کے عائلی قوانین ذکر کئے جائیں؛ چنانچہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے اپنی خصوصی رہنمائی اور نگرانی میں اس کی ترتیب کا کام شروع کرایا، حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ (مفتی دار العلوم دیو بند) کو اس پر مامور فرمایا اور چند علماء و ماہرین قانون کے تعاون سے ۱۹۹۹ء میں اس کی ترتیب مکمل ہوئی، پھر نظر ثانی وغیرہ کے بعد ۱۹/ اگست ۲۰۰۱ کو حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے اس کی رسم اجراء انجام دی، جس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوا؛ لیکن ضرورت محسوس کی گئی کہ دوبارہ انگریزی میں اس کا ترجمہ ہو پھر جب ترجمہ کا کام شروع ہوا تو قانون دانوں کی طرف سے قانونی کتابوں کے اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے بعض ترمیمات کا مشورہ آیا، چنانچہ بحمد اللہ یہ کام مکمل ہوگیا ہے، اب اس میں فقہ شافعی اور فقہ سلفی کا بھی اضافہ کردیا گیا ہے، اور اسی طرز پر انگریزی ترجمہ بھی مکمل ہوگیا ہے۔

☆ حکومت کافی عرصہ پہلے نکاح کے لازمی رجسٹریشن کا قانون لانے کے لئے کوشاں تھی؛ اس لئے بورڈ نے کافی پہلے طے کیا تھا کہ وہ خود ایک ''نکاح نامہ'' مرتب کرے اور مسلمانوں میں اسے رواج دینے کی کوشش کی جائے؛ چنانچہ یہ نکاح نامہ مرتب ہوا اور اجلاس بھوپال ۲۰۰۵ء میں اسے منظوری دی گئی، نکاح کی تفصیلات کے اندراج کے علاوہ اس نکاح نامہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر زوجین اس پر دستخط کردیں تو انھیں ازدواجی نزاعات حل کرنے کے لئے عدالتوں میں جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور دار القضاء یا شرعی پنچائت کے ذریعہ ان کے اختلافات حل ہوجائیں گے۔

☆ <u>یہ تو مسلم پرسنل لا بورڈ کی ان خدمات کا مختصر تذکرہ تھا، جو محدود اور متعین طور پر انجام پائی ہیں؛ لیکن بورڈ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور مشترکہ ایجنڈہ کے لئے اشتراک و تعاون کا مزاج پیدا کیا ہے، ان کے اندر اپنی مذہبی شناخت اور تہذیبی تشخص کے جذبہ کو پروان چڑھایا ہے، اور انھیں اجتماعیت کی دولت سے سرفراز کیا ہے، یہ بورڈ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم کارنامہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کیفیت کو باقی رکھے۔</u>

مختلف شعبے

☆ بورڈ شروع ہی سے دار القضاء کے نظام کو قائم کرنے کے لئے کوشاں رہا ہے؛ تاکہ مسلمان شرعی طریقہ پر اپنے مسائل کو حل کیا کریں؛ چنانچہ اب تک پچاس کے قریب دار القضاء بورڈ کے تحت قائم ہوچکے ہیں اور اس کے لئے ایک مستقل کمیٹی قائم ہے، پہلے اس کے کنوینر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ تھے، ان کی

وفات کے بعد اب اس کے کنوینر مولانا عتیق احمد بستوی ہیں۔

☆ مسلمانوں کا صرف حکومت سے مطالبہ کرنا کہ ان کے شرعی قوانین میں مداخلت نہیں کی جائے، کافی نہیں، یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رضا کارانہ طور پر اپنی زندگی میں شریعت کو نافذ کریں، اس مہم کے لئے بورڈ میں اصلاح معاشرہ کا ایک مستقل شعبہ قائم ہے اور اس کمیٹی کے کنوینر بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب ہیں، بورڈ کی جانب سے اصلاح معاشرہ کی غرض سے بہت سے رسائل شائع کئے گئے ہیں، ورکشاپ منعقد ہوئے ہیں اور اجتماعات کا اہتمام کیا گیا ہے؛ چنانچہ اب یہ دینی مدارس اور مذہبی وسماجی تنظیموں کے جلسوں اور اجتماعات کا اہم عنوان بن گیا ہے۔

☆ اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مسلم اور غیر مسلم قانون دانوں کو شریعت کے احکام اور ان احکام کی حکمتوں سے واقف کرانے کے لئے مناسب نظم کیا جائے؛ تاکہ لوگ قانون شریعت کی روح سے واقف ہوسکیں اور ان کی غلط فہمیاں دور ہوں، اسی پس منظر میں اجلاس بھوپال ۲۰۰۵ء میں ''تفہیم شریعت'' کمیٹی تشکیل دی گئی، اور حضرت مولانا جلال الدین عمری اس کے کنوینر بنائے گئے، پھر جب وہ جماعتِ اسلامی کے امیر منتخب ہوئے تو عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس ذمہ داری سے معذرت کردی؛ چنانچہ اِس وقت یہ حقیر اس کمیٹی کا کنوینر ہے، وکلاء اور قانون دانوں کے درمیان تفہیم شریعت کے پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں اور بورڈ نے اس موضوع سے متعلق متعدد رسائل بھی شائع کئے ہیں؛ بحمد اللہ ملک کے تقریباً تمام ہی علاقوں میں اس کے پروگرام ہوچکے ہیں، لوگ اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے خود بھی یہ پروگرام رکھتے ہیں اور کئی اہم کتابیں اس شعبہ نے شائع کی ہیں۔

☆ بورڈ کی ایک اہم ترین کمیٹی ''لیگل کمیٹی'' ہے، جو شریعت پر اثر انداز ہونے والے عدالتی فیصلوں اور پارلیمنٹ سے پاس ہونے والے ایسے قوانین پر نظر رکھتی ہے، جو مسلم پرسنل لا پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور بورڈ جن مقدمات کی پیروی کررہا ہے، ان کے لئے شرعی اور قانونی امداد فراہم کرتی ہے، اس کمیٹی میں وکلاء بھی ہیں اور علماء بھی، اور جناب یوسف حاتم مچھالہ اس کے کنوینر ہیں۔

☆ مسلم پرسنل لا سے متعلق مسائل زیادہ تر خواتین سے مربوط ہیں؛ اس لئے مسلم خواتین کو باشعور بنانے اور شرعی احکام سے واقف کرانے کو بورڈ نے شروع سے خصوصی اہمیت دی ہے؛ چنانچہ اجلاس کانپور ۱۹۸۹ء میں بورڈ نے ''مسلم خواتین سیل'' قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سال کو ''سالِ خواتین'' کی حیثیت سے منایا، مختلف شہروں میں اس سیل کے تحت خواتین کے اجتماعات منعقد ہوتے رہتے ہیں۔

☆ بورڈ رائے عامہ کو بیدار کرنے، لوگوں میں شعور پیدا کرنے اور مسلم پرسنل لا کی اہمیت اور افادیت سے واقف کرانے کے لئے اُردو، انگریزی اور ہندوستان کی مختلف مقامی زبانوں میں لٹریچر کی اشاعت پر توجہ دیتا رہا ہے؛ چنانچہ اب تک بورڈ سے بحیثیت مجموعی تین درجن کے قریب کتابیں اور رسائل شائع ہوچکے ہیں، جو اپنے موضوع پر بڑے مفید اور اہم ہیں۔

☆ بورڈ مسلمانوں کو اپنی کارکردگی سے مطلع رکھنے اور مسلمانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے ۲۰۰۵ء سے مسلسل پابندی کے ساتھ سہ ماہی خبرنامہ شائع کررہا ہے، جس میں بورڈ کی خدمات کے علاوہ مسلم پرسنل لا سے متعلق اہم مضامین بھی شامل اشاعت ہوتے ہیں۔

☆ بورڈ اپنی تحریک کو آگے بڑھانے اور اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ملک کے بڑے شہروں میں اجلاس عام بھی منعقد کرتا رہا ہے؛ چنانچہ اب تک ۲۴ راجلاس منعقد ہوچکے ہیں اور ۹۷ مجلس عاملہ کی مشاورتی نشستیں منعقد ہوئی ہیں۔

موجودہ سرگرمیاں

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس وقت اصلاح معاشرہ، دارالقضاء، تفہیم شریعت اور قانونی جائزہ وغیرہ کے علاوہ جن معاملات اور مسائل کو حل کرنے میں عدالتی اور سیاسی سطح پر کوشش کررہا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

☆ بابری مسجد کی حقیت کے سلسلہ میں سپریم کورٹ میں زیر دوراں مقدمہ کی پیروی کی جارہی رہے۔

☆ بابری مسجد سے متعلق ''لبراہن کمیشن'' میں بورڈ مسلسل پیروی کرتا رہا ہے اور اب کمیشن کی رپورٹ حکومت کے حوالہ ہوچکی ہے۔

☆ بابری مسجد کی شہادت سے متعلق رائے بریلی اور لکھنؤ کی عدالتوں میں زیر دوراں مقدمات میں پیروی کی جارہی ہے۔

☆ اتر پردیش کے مروجہ قانون کے مطابق زرعی زمینوں میں لڑکیوں کو حصہ نہیں ملتا، اس کے لئے یوپی گورنمنٹ سے بورڈ ربط میں ہے۔

☆ ''نکاح رجسٹریشن ایکٹ'' میں تبدیلی کے لئے بھی سرکاری سطح پر کوششیں جاری ہیں، اور اس حد تک کامیابی ملی ہے کہ جو رجسٹرڈ شدہ نکاح نہیں ہیں، ان کو غیر معتبر تصور نہیں کیا جائے گا۔

☆ بعض مقدمات میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جب تک ثالث بنا کر باہمی اختلافات کو حل کرنے کی کوشش نہ کی جائے، اگر مرد طلاق دے دے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، بورڈ قانون کے ذریعہ ایسے فیصلوں نیز نفقہ ومطلقہ سے متعلق ہونے والے فیصلوں کو بے اثر کرنے کے لئے مسلسل کوشش کر رہی ہے۔

☆ مختلف ریاستوں میں نابالغوں کے نکاح کو منع کرنے سے متعلق قوانین بن چکے ہیں اوران کا نفاذ بھی عمل میں آچکا ہے، بورڈ اس کی مخالفت کرتا رہا ہے اور اس میں مناسب تبدیلی کے لئے حکومت سے رابطہ میں ہے۔

☆ ۲۰۱۴ء میں این ڈی اے کے برسراقتدار آنے کے بعد اقلیتوں کی مذہبی آزادی اوران کے دستوری حقوق پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے، کہا جانے لگا کہ دستور سے 'سیکولرزم' کا لفظ نکال دیا جانا چاہئے، کچھ اور لوگوں نے کہا کہ اس کی کوئی اور تعریف ہونی چاہئے، مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کیلئے شریعت اپلی کیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء اور قانون انفساخ نکاح ۱۹۳۹ء کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اسے از کار رفتہ قانون کے نام پر ختم کردینے کی بات کی جانے لگی، تعلیم کو زعفرانی رنگ دینے کی بھرپور کوششیں کی جارہی ہیں، کہا گیا کہ گیتا کو قومی کتاب کا درجہ دیا جانا چاہئے، غرض کہ اقلیتوں کی مذہبی آزادی پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور دستور میں ایسی تبدیلی کی سازش رچی جارہی ہے کہ ہندوستان برہمنی نظام کی گرفت میں چلا جائے اور دلت واقلیتیں اپنے دستوری حقوق سے محروم ہوجائیں۔

بورڈ نے اس سلسلہ میں ''دین اور دستور بچاؤ تحریک'' کا آغاز کیا ہے اور حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کی کنوینز شپ میں اس کیلئے ایک مجلس عمل بنائی ہے؛ چنانچہ ملک کے مختلف حصوں میں اس تحریک کے تحت بڑے بڑے جلسے ہوئے، اس تحریک کی اہم بات یہ ہے کہ اس میں دلتوں، دیگر اقلیتوں اور سیکولر مزاج ہندوؤں کو بھی شامل رکھا گیا ہے، اس سے جہاں مسلمانوں میں شعور بیداری پیدا کی جارہی ہے، وہیں مسلم غیر مسلم تعلقات میں بھی ہم آہنگی پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور حکومت تک یہ پیغام پہنچ رہا ہے کہ اس کے فرقہ پرستانہ ایجنڈے سے صرف مسلمان ہی ناراض نہیں ہیں، دوسرے ابنائے وطن بھی ناخوش ہیں۔

مستقبل

بورڈ کے سامنے اس وقت بہت سے مسائل ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) عدالتوں سے خلاف شریعت ہونے والے فیصلوں کو پارلیمنٹ کی قانون سازی کے ذریعہ بے اثر کرنا۔

(۲) عوامی جدوجہد کے ذریعہ مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو متاثر کرنے والے مجوزہ قوانین کو روکنا۔

(۳) قانون شریعت کے خلاف عدالتوں میں جو مقدمات دائر ہیں، مؤثر طریقہ پر ان کی پیروی کرنا۔

(۴) مسلمانوں میں ایسا مزاج پیدا کرنا کہ وہ قانون شریعت کو رضاکارانہ طور پر اپنے آپ پر نافذ کریں، اس کیلئے اصلاح معاشرہ کی تحریک اور نظام دار القضاء کو وسعت دینا۔

(۵) مسلم اور غیر مسلم قانون دانوں اور دانشوروں کو قانون شریعت کی نافعیت سے آگاہ کرنا، اور اس کیلئے تفہیم شریعت کے شعبہ کو زیادہ فعال بنانا۔

بورڈ کے پاس ان کاموں کو انجام دینے کیلئے دو ہی طاقتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد جس کا اس نے اپنے دین متین کے محافظین کیلئے وعدہ فرمایا ہے ____ دوسرے: مسلمانان ہند کی طرف سے بورڈ کی تائید وتقویت اوران کا اتحاد واتفاق، یہی چیز اللہ کی مدد کو بھی متوجہ کرے گی۔

اللہ تعالیٰ تحفظ شریعت کے اس کارواں کو اپنی منزل کی طرف رواں دواں رکھے اور ہر طرح کے شر وفتنہ سے ملت اسلامیہ کے اس عظیم اثاثہ کی حفاظت فرمائے۔

❁❁❁